جدید اصولِ تحقیق اور محدّثین کی خدمات

ڈاکٹر زینت افشاں *

Dr. Zeenat Afshan

Abstract:

"During the Islamic Golden Age different Arts and sound knowledge have gained immense success and exalted development and there was not any field of knowledge left where Muslim scholars could no played a significant role. Rather, certain fields like the knowledge of Quran and Hadith are only specified to Muslims. Similarly, the Eastern or Western researchers could not meet/surpass even the 100th portion of the Muhaditheen's achievements in the art of research. Before Islam, the field of research was not given any importance or consideration. But Muslim scholars conducted researches from various sources and perspectives for a proper guidance and exactitude to eradicate ignorance and enlighten the minds and souls of humankind. The norms and values set by Muslims to know the authentic status of Hadiths are prideful. Despite of all the difficulties, the Muslims did not compromise at the preservation, promotion and publication of Hdiths and Kept in view the Qur'anic orders in its inclusion in the book. The Western world got benefited out of the researching principles of Muslims and the modern research has started its journey in the light of the set principles, narratives and references of the Hadith."

ظہور اسلام سے قبل تحقیق کا فن کچھ زیادہ اہمیت کا حامل نہ تھا۔ نبی کریمؐ کی بعثت کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی احادیثِ مبارکہ کو محفوظ رکھا۔ تدوینِ حدیث کا باقاعدہ کام دوسری صدی ہجری میں شروع ہوا۔ صحابہ کرامؓ نے بھی جو احادیث سُنی تھیں انہیں اپنے پاس محفوظ کرلیا تھا۔ حفاظتِ حدیث کے ضمن میں ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اس کا تھوڑا سا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے:

> ”حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ایک حدیث حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وآلہِ وسلّم سے براہِ راست خود سنی تھی لیکن اس حدیث کے کسی لفظ پر شک پیدا ہوا، تو آپؓ اس

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

شک کو مٹانے کے لیے مدینہ منورہ سے حضرت عقبہ بن عامرؓ کے پاس مصر تشریف لے گئے اور لطف یہ کہ اس حدیث کو سُنتے ہی (اور اپنا شک دُور کرتے ہی) آپ اپنی سواری کی طرف پلٹے، سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپؓ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہیں کھولا۔"(۱)

یہ تو صرف ایک واقعہ ہے، ورنہ تاریخِ اسلام ایسے بے پناہ واقعات سے بھری پڑی ہے، جب شیدایانِ رسولؐ نے آپ کی ایک ایک حدیث کے تحفظ اور اس کی جمع آوری کے لیے میلوں کا سفر کیا۔ ان بزرگوں نے حدیث کی تدوین، ترتیب اور روایت و درایت میں بے شمار اصول و قوانین وضع کیے۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان:

"ان کا فنِ حدیث اپنے اندر ایسی نزاکتیں رکھتا ہے کہ تاریخ کے ناقدین کا ذہن بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔"(۲)

حدیث کی کتابیں اپنے تحقیقی لوازم کی بنا پر فنِ تحقیق کے اصول و ضوابط کی آئینہ دار ہیں۔ اس فن کی جتنی نزاکتیں اور باریکیاں محدثین عظام نے وضع کی ہیں، ان کا 100 واں حصہ بھی کسی مشرقی یا مغربی محقق کے ہاں لکھی جانے والی تحقیق میں نہیں ملتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات باعثِ صد افتخار ہے کہ انھوں نے اپنے رسولؐ کے افعال و اعمال کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ان پر عمل پیرا بھی ہوئے۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "جس نے رسولؐ کی اطاعت کی، اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔"(۳)

قرآنی احکام کے مطابق اطاعتِ رسولِ مقبولؐ کو اطاعتِ خداوندی کے مترادف ٹھہرایا گیا۔ امتِ مسلمہ کے افراد نے نبی رحمتؐ کی زندگی کے مختلف گوشوں اور افکار و ارشادات کو محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا خزانہ مرتب کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں مختلف علوم و فنون کو بے پناہ ترقی دی۔ علم کا وہ کون سا شعبہ ہے، جو مسلمانوں کی ترویج و اشاعت سے خالی رہا ہو۔ بعض علوم و فنون تو صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں قرآن اور حدیث کا علم ہے۔ مسلمانوں نے ہدایت اور رہنمائی کے لیے سر چشموں پر مختلف حوالوں اور ذریعوں سے تحقیق و تدقیق کا کام انجام دیا ہے۔ اگر ہم صرف حدیث کے علم کو لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محدثینِ کرام نے حدیث کی پرکھ پرچول کے لیے کوئی ساٹھ کے قریب اقسامِ حدیث بنائی ہیں۔ اس طرح انھوں نے متنِ حدیث کی ترتیب و تدقیق

اور جمع آوری کے لیے نہ صرف اصول فراہم کیے بلکہ ان کا عملی اظہار بھی کیا۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رقم طراز ہیں:

"قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے علمِ حدیث کے بارے میں روایت اور درایت کے جو اصول منضبط کیے ہیں ان پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ روایت کے بارے میں ان کے عزم و احتیاط کا عالم یہ تھا کہ سیر و مغازی تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ عام خلفا اور سلاطین کے حالات اس وقت تک بیان نہیں کرتے، جب تک ان کے پاس آخری راوی سے لے کر چشم دید گواہ تک تسلسل کے ساتھ روایت موجود نہ ہو۔ یعنی جو واقعہ لیا جائے، وہ اس شخص کی زبانی ہو، جو خود شریک واقعہ رہا ہو اور اگر وہ خود شریک واقعہ نہیں تھا تو اس واقعے تک تمام درمیانی راویوں کے نام ترتیب کے ساتھ بیان کیے جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی تحقیق کی جائے کہ وہ لوگ کون تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا کردار کیسا تھا؟ ان کی سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ کہاں تک تھے؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس تھے؟ عالم تھے یا جاہل؟ تمام جزئی باتوں کا پتہ لگانا بے حد دشوار تھا۔ لیکن ہزاروں محدثین نے اس کام کے لیے اپنی عمریں وقف کر دیں اور ان تحقیقات سے اسماء الرجال کا ایک بے مثل فن ایجاد کیا کہ جس کی بدولت کم از کم ایک لاکھ شخصیتوں کے صحیح حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔"(۴)

محدثین کرام کا کمال ہے کہ انہوں نے حدیث کے ایک ایک لفظ پر توجہ صرف کی۔ اس کی ترتیب اور روایت میں قرآنی احکامات کو پیش نظر رکھا تب کہیں جا کر حدیث کو شاملِ کتاب کیا۔ حدیث مبارکہ کے چھ مجموعے اپنی ثقاہت کے باعث صحاح ستہ کہلاتے ہیں۔ ان کے مرتبین نے کیا کیا کشٹ نہ اٹھائی ہو گی؟ اور کس کس قسم کی مشکل سے نہ گزرے ہوں گے؟ لیکن انہوں نے تمام مشکلات کے باوجود حدیث کی حفاظت ترویج اور اشاعت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ امام وکیعؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اپنے والد سے جب روایت کرتے تھے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے راوی کو بھی ضرور ملا لیتے کیوں کہ ان کے والد سرکاری خزانچی تھے۔ اس طرح کا ایک واقعہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے بھی تحریر فرمایا ہے ملاحظہ کیجیے:

"محدث مسعودی کا واقعہ ہے کہ ۱۵۴ھ میں امام معاذؒ بن معاذ نے جب ان کے نسیان کا اندازہ کیا تو فوراً ان کے حافظے کے متعلق اپنی بے اعتباری ظاہر کر دی۔"(۵)

مسلمانوں کے اصولِ تحقیق سے مغربی دُنیا نے بے پناہ استفادہ کیا۔ اکثر و بیشتر اصولوں کو اس طرح سے اپنایا کہ وہ ان کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ گئے حالاں کہ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انگریز مورخین، محققین نے یہ اصول مسلمانوں سے لیے ہیں۔ دُنیا کی کوئی ترقی یافتہ قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اس نے تحقیق کا فن مسلمانوں سے نہیں سیکھا۔

مسلمان ہی دُنیا کی وہ واحد قوم ہیں کہ جنہوں نے اپنے نبی مکرمؐ کے سیر و سوانح کو بڑی دقتِ نظر کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ اس ضمن میں دُنیا کی کون سی قوم مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ قرآن و حدیث میں جن انبیائے کرام کا تذکرہ ہوا ہے، ان کے علاوہ باقی انبیائے کرام کے احوال و آثار سے ہم آگاہ نہیں۔ لیکن ان کے برعکس نبی کریمؐ کی زندگی کا وہ کون سا گوشہ ہے جو دُنیا کے سامنے موجود نہیں۔ آپؐ کو سیر و سوانح کے ساتھ اعمال و افعال کو بھی خوب صورت انداز میں محفوظ کر دیا گیا۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کے بقول:

> ”قدیم ہو یا جدید، تحقیق ایک اندازِ فکر کے اثر سے پروان چڑھتی ہے، جو ہمیں شے کی حقیقت و حکمت جاننے کی طرف مائل کرتا ہے اور بیانات یا امور کی اصلیت یا کھوج لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہی علم کا منبع ہے، یہی اس کی توسیع یا اضافے کا وسیلہ۔ اس اندازِ فکر کی جھلک ہمیں مسلمانوں کی تاریخ کے آغاز ہی میں مل جاتی ہے۔ واقعات کی صحت معلوم کرنے کا اصول خود قرآنِ کریم نے یہ کہہ کر قائم کر دیا تھا کہ جب کوئی فاسق خبر لائے تو اچھی طرح چھان پھٹک کر لیا کرو۔“(۶)

محدثینِ کرام نے قرآنِ کریم کے ایسے ہی احکامات کی روشنی میں تحقیق کے فن کی تدوین کی اور ایسے اصول ہائے تحقیق وضع کیے، انہوں نے حدیث کی درایت میں، جن حوالوں سے کام لیا ان کی ایک ہلکی سی جھلک اس اقتباس سے معلوم ہو سکتی ہے:

> ”اس روایت پر کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کر دیا تھا اور معافی کی دستاویز لکھوا دی تھی، ملا علی قاری (”موضوعات“ میں) اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ (روایت) مختلف وجوہ سے باطل ہے۔ اوّل یہ کہ اس معاہدے پر سعدؓ بن معاذ کی گواہی بیان کی جاتی ہے، حالاں کہ وہ غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے، دوسرے یہ کہ دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے، حالاں کہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔ تیسرے یہ کہ اس وقت تک جزیے کا حکم ہی نہیں آیا تھا۔ جزیے کا حکم قرآنِ مجید میں جنگِ تبوک کے بعد نازل ہوا ہے۔ چوتھے یہ کہ دستاویز

میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی۔ حالاں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔ پانچویں یہ کہ خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی، ان کا جزیہ کیوں معاف کیا جاتا؟ چھٹے یہ کہ عرب کے دور دراز حصوں میں جب جزیہ معاف نہیں ہوا۔ حالاں کہ ان لوگوں نے چنداں مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی تو خیبر والے کیوں کر معاف ہو سکتے تھے؟ ساتویں یہ کہ اگر جزیہ ان کو معاف کیا گیا ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے ہواخواہ اور دوست اور واجب الرعایتہ ہیں کہ چند روز کے بعد خارج البلد کر دیے گئے۔"(۷)

یہ وہ اصول و قوانین ہیں جن کی روشنی میں جدید اصولِ تحقیق نے اپنے سفر کا آغاز کیا ہے۔ جدید اصولِ تحقیق کا وہ کون سا شعبہ ہے جو محدثینِ کرام کے اصول وضوابط کی روشنی سے مستنیر نہیں ہوا۔ کارٹر وی گوڈ(Carter V Good) نے اپنی کتاب The Methodology of Educational Research میں تحقیق کے جو بنیادی لوازم قرار دیے ہیں، وہ سب کے سب مسلمانوں ہی کی عطا ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ غیر مسلم محققین نے مسلمانوں کے اصولِ تحقیق اپنا لیے ہیں، لیکن ان پر کماحقہ ' عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے الفاظ میں:

"یہ اصول فکری تحقیق یا نظریاتی تحقیق کے ذیل میں تو آسکتے ہیں لیکن عملی تحقیق کے دائرہ عمل سے باہر ہیں اور یہ محض اس لیے ہے کہ ان کے یہاں بلکہ اب تو کسی کے یہاں بھی، وہ احتیاط برتی نہیں جاتی جو مسلمانوں کے قرونِ اولیٰ میں تھی۔ موجودہ دور کا محقق صرف اس بات سے خوش ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنے موضوع سے متعلق کوئی معاصر شہادت ڈھونڈ نکالی۔ اب اسے مزید تنقید و تنقیح سے سروکار نہیں اور اس کے لیے اس کے پاس کوئی گنجائش بھی تو نہیں؟ وہ کہاں سے اور کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ معاصر راوی ثقہ ہے یا غیر ثقہ؟ بے جا عقیدت رکھتا ہے یا بغض پرور ہے؟ ملازمت یا خدمت گزاری کی وجہ سے خوشامدی اور ذہنی پستی میں گرفتار ہے یا حق گو اور بے خوف ہے؟ بالآخر اسی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ جس شخصیت پر کام کیا جائے اس کے ماحول اور معاشرے کا جائزہ لیا جائے اور اس کی "باقیات" کا بغور مطالعہ کر لیا جائے۔"(۸)

جہاں تک عہدِ جدید کا تعلق ہے تو ابھی تک لوگ تحقیق اور اس کے فن کے کمالات سے کماحقہ ' آگاہ نہیں ہیں۔ اس لیے وہ اسے دوسرے یا تیسرے درجے کا کام قرار دیتے ہیں۔ ہمارے

ہاں تو جدید تحقیق میں سائنسی بنیادوں پر بنائے گئے اشاریوں کی بھی اہمیت کو تسلیم نہیں کیا گیا حالاں کہ صدیوں سے محدثین کرام کے زیرِ اثر اشاریہ سازی کے فن نے بھی کمال ترقی کی تھی وہ کتابیاتی حوالوں سے بھی آشنا تھے۔ اس سلسلے کی اہم ترین کتاب ''کشف الظنون'' ہے۔ اشاریے کے ضمن میں ابن الندیم کی '' الفہرست'' کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ان جیسی کتابوں کے مطالعہ کے بعد دیکھا جاسکتا ہے کہ کس قوم نے ایسی تحقیقی کاوشوں کا ثبوت دیا ہے؟ عہدِ جدید کی تحقیق کا کوئی سا بھی شعبہ ہو، محقق کی رہبری کے لیے محدثین عظام کے بنائے ہوئے اصول اور قوانین کافی ہیں کیوں کہ صدیوں کی ترقی کے باوجود تحقیق کا فن محدثین کی کاوشوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اگر جدید اصولِ تحقیق پر عمل پیرا محقق، محدثین کرام کی راہ پر گامزن رہے، اور تدوین حدیث کے اصولوں سے خوشہ چینی جاری رکھی، تو امید کی جاسکتی ہے کہ یہ فن اپنی معراج کو پالے گا۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان:

> ''تحقیق کا فن'' ایک طرزِ زندگی اور ایک لائف سٹائل ہے ہمارے اعلیٰ پائے کے محققوں نے ہمارے اپنے زمانے میں اور محقق محدثین نے گزشتہ زمانوں میں زندگیاں اس طرز پر گزاری ہیں۔ وہ تلاشِ حقیقت کے جویا تھے۔ انہوں نے تحقیق کو چند روزہ شغل یا فیشن نہیں بنایا، اپنا طرزِ زندگی بنایا، جس کے لیے ظاہر ہے سچی لگن چاہیے۔ یا جس طرح رومیؒ نے فرمایا ہے:
>
> پس قیامت شو قیامت رابہیں
> دیدن ہر چیز را شرط است ایں''(۹)

حواشی

۱۔ تحقیق کے بنیادی لوازم (ڈاکٹر غلام مصطفی خان) مشمولہ: تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات: مرتبہ: اعجاز راہی: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: اوّل ۱۹۸۶ء: ص ۱۲۴۔ ۱۲۵

۲۔ ایضاً، ص ۱۲۵

۳۔ ترجمہ قرآنِ مجید: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: ادارہ ترجمان القرآن: ۱۹۷۶ء: سورۃ النساء: آیت نمبر ۸۰

۴۔ فنِ تحقیق (ڈاکٹر غلام مصطفی خان) مشمولہ: ارود میں اصولِ تحقیق (جلد اول): مرتبہ۔ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: بار دوم: ۱۹۸۹ء: ص ۴۱۔ ۴۲

۵۔ ایضاً، ص ۴۴۔ ۴۵

۶۔ تحقیق کے روایتی اسلوب (ڈاکٹر نجم الاسلام) مشمولہ: تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات: مرتبہ۔ اعجاز راہی: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اول ۱۹۸۶ء ص ۱۴۷

۷۔ یضاً، ص ۱۵۰-۱۵۱

۸۔ فن تحقیق (ڈاکٹر غلام مصطفی خان): مشمولہ، اردو میں اصولِ تحقیق: ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان: بار دوم ۱۹۸۹ء ص ۴۶

۹۔ تحقیق کے بنیادی لوازم (ڈاکٹر غلام مصطفی خان): مشمولہ: تحقیق اور اصولِ وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات، اعجاز راہی: اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، بار اوّل ۱۹۸۶ء ص ۱۲۷۔ ۱۲۸